مرزا غالب اور نواب امین الدین احمد خان بہادر

از محترمہ حمیدہ سلطانہ (ادیب فاضل)

محترمہ حمیدہ سلطانہ "غالبِ اعظم" کے نام سے مرزا غالب کے سوانح وحالات پر ایک ضخیم کتاب لکھ رہی ہیں اور چونکہ موصوفہ ننہیال کی طرف سے مرزا کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں بہت سی معلومات ایسی ہونگی جو آجکل کی مطبوعہ کتابوں میں نہیں مل سکتی۔ جہاں تک مرزا غالب کے سوانح حیات کا تعلق ہے امید ہے یہ کتاب سب سے زیادہ جامع اور مستند ہوگی، ذیل کا مضمون اسی کتاب کے ایک باب "مرزا غالب اور نوابانِ لوہارو" کا ایک حصہ ہے جو غالبًا دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ (برہان)

نواب امین الدین احمد خاں ۱۸۱۴ء میں ریاست فیروزپور جھرکہ میں پیدا ہوئے۔ یہ نواب احمد بخش خاں رستم جنگ فخر الدولہ بہادر والی فیروزپور جھرکہ کے فرزندِ دوم ہیں۔ نواب احمد بخش خاں نواب عارف خاں کے تیسرے لڑکے تھے۔ سلسلۂ نسب تومینہ خاں شاہِ توران اور ان کے آبا واجداد کا یافث بن نوح تک پہنچتا ہے قبیلۂ برلاس سے ہے۔

نواب احمد بخش خاں نے کہ یکہ تازِ میدانِ جرأت وشجاعت تھے۔ جنرل لارڈ لیک سپہ سالار افواجِ انگلشیہ کے ساتھ مل کر اخراج ہولکر پر لشکرکشی کی تھی اور میدانِ لسواڑی میں جب سپاہِ انگریز گرفتارِ مصیبت تھی اور افسرانِ فوج سب مجروح ہوگئے تھے اس وقت احمد بخش خاں نے کہ ہنوز اٹھارہ سالہ جوان تھے، کمال دلیری سے کام لیکر مجروح افسر کے ہاتھ سے نشانِ فوجِ انگریزی لیکر مرہٹوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا

جنرل لارڈ لیک کا گھوڑا لڑائی میں زخمی ہو گیا لیکن احمد بخش خاں کی بہادری سے فتح انگریزی فوج کو نصیب ہوئی۔ لارڈ لیک نے اس جانفشانی کے صلہ میں نواب موصوف کو فیروزپور جھرکہ مع دیگر مواضعات کے جو سرنواح میوات سے قریب تر تھے عطا کئے۔ شاہی دربار سے بتوسط ریزیڈنٹ بہادر خطاب رستم جنگ فخرالدولہ عنایت ہوا۔ نواب موصوف نے حسنِ انتظام سے ملکِ میوات جیسے سرکش ملک کو اپنا تابع کیا۔ ریاست کو خوب بنایا۔ لسواڑی کی جنگ جو ۳ر ستمبر ۱۸۰۳ء میں ہوئی تھی اس کی فتح کا سہرا نواب موصوف کے سر پر بندھا۔ مہاراؤ راجہ بختاور سنگھ والیٔ الور نے جن کے اس سے قبل نواب صاحب وکیل تھے اور جن کو مہاراؤ راجہ کا خطاب نواب صاحب موصوف نے ہی دلوایا تھا۔ پرگنہ لوہارو اس صلے میں عطا کیا۔ غرض کہ نواب صاحب نے بہت شان و شوکت سے ریاست کی۔ ان کے بعد ان کے بڑے فرزند جو بیگم کے بطن سے نہ تھے سریرآرائے ریاست ہوئے۔ خاندانی لوگوں کو یہ ناگوار ہوا۔ اہلِ خاندان نواب امین الدین احمد خاں کو کہ خاندانی بیگم کے بطن سے تھے نواب کا جانشین دیکھنا چاہتے تھے۔ آپس کے جوڑ توڑ اور مخالفتوں نے شمع اقبال گل کردی۔ باہمی نفاق نے روزِ بد دکھایا۔ نواب شمس الدین خاں نے بجائے حسنِ سلوک کے خاندانیوں اور چھوٹے بھائیوں اور سوتیلی والدہ کو بدخلقی سے اپنا دشمن بنا لیا۔ خوشامدی دوستوں کے کہنے میں آکر جوانی کی ترنگ اور امارت کے نشے میں فریزر صاحب کے قتل کا حکم دے بیٹھے۔ فریزر ان کے دونوں چھوٹے سوتیلے بھائیوں نواب امین الدین احمد خاں اور نواب ضیاءالدین احمد خاں کا حامی اور ان کے مرحوم باپ کا دوست تھا۔ ادھر فریزر صاحب کا کام تمام ہوا اُدھر مفسدوں نے جو خاندانی ہی تھے چغلی کھائی۔ نواب صاحب سے قصاص لیا گیا [1]

[1] "قتیلِ غالب" میں اسد علی صاحب انوری نے یہ الزام مرزا غالب کے سر تھوپا ہے کہ نواب شمس الدین خاں کی چغلی انھوں نے کھائی تھی لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ دیکھیے ریاست لوہارو کا مستند حوالہ جن صاحب نے چغلی کھائی تھی وہ نواب شمس الدین خاں کے رشتے کے بھائی مرزا فتح اللہ بیگ خاں تھے۔ باہمی عداوت اس کا سبب تھی۔ غالب غریب کے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔ ہاں فریزر صاحب کی موت پر مرزا غالب کا افسوس کرنا قدرتی امر تھا وہ ان کا محبِ صادق تھا پھر وہ کیسے اپنے عزیز دوست کی ناگہانی موت پر اظہارِ تاسف نہ کرتے۔

یہ خوشرو جوان عین عالمِ شباب میں محض حسد و نفاق کی بدولت نذرِ اجل ہوا۔ ریاست جھرکہ فیروز پور ضبط ہوگئی نواب شمس الدین خاں کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ دو بیٹیاں تھیں اسی لئے ان کے بعد خطاب نوابی امین الدین احمد خاں کو ملا۔

۱۸۳۵ء میں نواب امین الدین احمد خاں مسندِ ریاست لوہارو پر متمکن ہوئے۔ نواب موصوف بڑے دلیر تھے غیرت وجرأت ہمت و دلاوری کا ورثہ باپ سے ترکہ میں پایا تھا۔ طبیعت بالکل سادہ تھی سواری کا بڑا شوق تھا۔ ان کے اصطبل میں ہر قسم اور ہر نسل کے گھوڑے تھے ان کا محبوب ایک گھوڑا سنجاب نامی کاٹھیاواڑی نسل کا تھا۔ یہ گھوڑا دلّی میں نہر سعادت خاں سے اُڑ جاتا تھا نواب صاحب کو یہ گھوڑا اسی لئے زیادہ عزیز تھا کہ ان کے مکرم والد نے اپنے نورِ نظر کے شوق کو دیکھکر یہ ان کے لئے خاص طور پر خریدا تھا ایک مرتبہ اس گھوڑے پر سے گر پڑے لیکن شوق میں فرق نہ آیا۔ بڑے غیور و خوددار تھے۔ دلّی میں ۱۸۲۶ء میں ایک معزز خاندان میں شادی کا بلاوا تھا، یہ بھی گئے۔ لال قلعے سے بھی شہزادے اور عمائد شریک تھے۔ معمولی بات پر نواب صاحب اور بخشی محمود خاں کی تکرار ہوگئی۔ نواب صاحب مغلوب الغضب انسان تھے بخشی کے تھپڑ رسید کیا۔ انھوں نے تلوار میان سے نکالی اور لوگوں نے بیچ میں پڑکر رفع فساد کیا۔

نواب امین الدین احمد خاں نے ریاست لوہارو کو بنانے میں تمام عمر سعی کی موجودہ جامع مسجد لوہارو ان کے ہی عہد کی ایک وسیع خوشنما یادگار ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں نواب صاحب مع محلات دہلی میں تھے۔ بڑے بڑے نازک وقت ان پر اور ان کے چھوٹے بھائی نواب ضیاءالدین احمد خاں نیر رخشاں پر آئے مگر یہ دونوں بڑے مستقل مزاج اور دلیر تھے ہمیشہ بال بال بچے۔ جانتے تھے کہ دولتِ مغلیہ کے اقبال کو نفاق و عیاشی کا گھن کھا چکا ہے۔ تھوڑی شمع جواب تک ٹمٹما رہی ہے عنقریب گل ہوجائے گی۔ خود بادشاہ کے خاص خادم اور چہیتی بیوی دشمنوں سے مل چکے تھے اس لئے بہادر شاہ اگر ان کو چار مرتبہ طلب کرتے تو وہ قلعے میں ایک دفعہ جاتے۔ مرزا مغل نے جو باغی افواج کے کمانڈر تھے جب ان سے روپیہ طلب کیا تو انھوں نے

یہ کہکر انکار کردیا کہ ہم تو سپاہی ہیں سوائے سامانِ حرب کے ہمارے پاس کیا رکھا ہے تلنگوں کے ایک افسر نے مرزا مغل سے کہا نواب صاحب کو میرے حوالے کردیجئے ابھی روپیہ لئے لیتا ہوں۔ یہ سن کر بہادر نواب فرطِ غضب سے کانپ گئے اور برہم ہوکر بولے تیری کیا حقیقت ہے جو مجھ سے روپیہ حاصل کرسکے۔ بادشاہ آوازِ غضب آلود سن کر برآمد ہوئے اور انھوں نے نواب صاحب سے معذرت کرکے ان کو باحترام رخصت کیا۔

غدر کے پرآشوب زمانے میں بہت کشاکش اٹھائی۔ دونوں بھائی تین مہینے لال قلعے میں نظر بند رہے۔ مال و اموال جو محلات کے تہ خانوں میں جمع کردیا تھا فوجی گوروں نے نکال لیا لیکن جانیں بچ گئیں۔ دستنبو میں مرزا غالب نے دہلی کی روانگی نواب موصوف کی فارسی میں درج کی ہے اور جب غدر کے بعد نواب صاحب لوہارو گئے تو مرزا غالب نے یہ رباعی لکھکر بھیجی۔ رباعی

اے کردہ بمہر زر افشانی تعلیم — پیدا ز کلاہِ تو شکوہِ دیہیم
بادا بتو فرخندہ ز یزدانِ کریم — پروانگیِ جدید اقطاعِ قدیم

نواب صاحب اس قدر جفاکش تھے کہ لوہارو سے دہلی تک جو تقریباً بانوے میل کے فاصلے پر ہے ایک دن میں اونٹ پر سفر کرکے پہنچ جاتے تھے۔ لوہارو میں پہلا بندوبست اراضی نواب صاحب کے عہد میں ہوا۔ ۱۸۵۹ء میں بحیثیت ایک خود مختار حکمراں کے نواب گورنر جنرل بہادر کشورِ ہند کے دربار میں بمقام میرٹھ شرکت کی۔ ۱۸۶۲ء میں نواب گورنر جنرل بہادر نے سندِ تہنیت ارسال کی۔ اس قسم کی اسناد گورنمنٹِ برطانیہ کی جانب سے محض ان والیانِ ریاست کو عطا ہوتی تھیں جن کی ریاستیں ہندوستان میں خاص اہمیت رکھتی تھیں۔

نواب موصوف کی شادی اکیس سال کی عمر میں نواب بنڈھو خاں وزیر سلطنت اودھ کی دختر نیک اختر سے بہت دھوم دھام سے ہوئی۔ اس مبارک شادی کا ثمرہ خلف الرشید نواب علاؤالدین احمد خاں بہادر علائی تھے۔

جس زمانے میں نواب امین الدین احمد خاں فیروز پور جھرکہ میں رہتے تھے مرزا غالب بھی وہاں موجود تھے۔ بقول مرزا غالب نواب امین الدین احمد خاں بہادر نے ان کی آنکھوں کے سامنے نشو ونما پائی تھی اور غالب نواب صاحب کو اپنا عزیز اور اپنے کو ہمیشہ نواب صاحب کا بہی خواہ سمجھتے تھے۔ نواب موصوف خود شاعر نہ تھے مگر شعر وسخن کے قدرداں تھے۔ فارسی میں علمی لیاقت بہت اچھی تھی فارسی بولتے تھے لیکن جو درجہ ان کے بیٹے علاؤالدین احمد خاں کو علم کا حاصل تھا ان کو نہ تھا۔ نواب صاحب مرزا غالب کے کلام کے دلدادہ تھے۔ غالب ان کے ہمدم اور جلیس تھے۔ غالب کی تصانیف میں نواب صاحب کا تذکرہ ہر جگہ موجود ہے۔ خصوصاً پنج آہنگ کلیات نثرِ غالب میں نیز اردوئے معلی میں نثرِ غالب آہنگِ چہارم میں غالب نے کہا ہے۔

بدریائے محبت بے بہا دُر امین الدین احمد خاں بہادر

میں نے صرف ایک شعر لکھا ہے۔ یہ پوری مثنوی ہے۔ مرزا غالب کو نواب صاحب سے جو حسنِ ظن تھا اس کا ثبوت غالب کے مکتوباتِ نظم ونثر سے ملتا ہے۔ آپس کے تعلقات کی وجوہات یہ تھیں کہ مرزا غالب سے نواب صاحب کی چچازاد بہن نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی امراؤ بیگم منسوب تھیں۔ مرزا غالب خاندانِ لوہارو کے داماد تھے۔ مرزا غالب سے قبل ان کے چچا نصراللہ بیگ خاں سے نواب احمد بخش خاں کی ہمشیر منسوب ہو چکی تھیں۔ مرزا غالب اس رشتے کو ذریعۂ فخر سمجھتے تھے۔ یہ فقرہ میرا نہیں ہے بلکہ خود غالب نے اس کا اظہار اپنے ایک خط مورخہ ۲۱ جولائی ۱۸۶۳ء میں بنام مرزا علاؤالدین احمد خاں بہادر کیا ہے۔ جس طرح خاندانِ لوہارو کے اجداد و بزرگ ترکستان سے آئے تھے اسی طرح اسی زمانے میں مرزا غالب کے اجداد بھی ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔

غالب کے ایامِ طفلی فیروز پور جھرکہ میں نواب احمد بخش خاں کے سایۂ عاطفت میں گذرے تھے بلکہ ایک مرتبہ نواب صاحب کے ہمراہ مرزا غالب بھرتپور کی مہم میں بھی جو ۱۸۲۶ء میں ہوئی تھی شریک تھے

اوراس وقت مرزا غالب سنِ بلوغ کو پہنچ چکے تھے زبان کی شستگی جو مرزا غالب کو نصیب ہوئی وہ اس خاندان میں نشست وبرخاست کے باعث تھی ان کے خسر نواب الٰہی بخش خاں معروف اردو کے بڑے اچھے شاعر تھے اورخاندان لوہارو میں یہ پہلے شاعر تھے۔ نواب امین الدین احمد خاں کے حسنِ سلوک کے مرزا غالب ہمیشہ مداح رہے نواب علائی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

بھائی نے برادر پروری کی ۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں

ہم اس حویلی میں تا قیامت رہیں

ایک خط میں نواب موصوف کو لکھتے ہیں:۔ بھائی صاحب ساٹھ برس سے ہماری تمہاری قرابتیں ہم پہنچیں۔ پچاس برس سے میں تم کو چاہتا ہوں چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا میں تمہیں چاہتا تم مجھے چاہتے رہے وہ امرِ عام، یہ امرِ خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں اور تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہوجائے وہ قرابت یہ مودت کیا پیوندِ خون سے کم ہے"

مرزا غالب جب تک نواب موصوف دلی رہتے تھے بہت خوش رہتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں" گو نہ ملتے تھے پر ایک شہر میں تو رہتے تھے۔

غالب کی فارسی مثنوی "چراغِ دیر" جو کلکتے کے سفر میں بنارس کی تعریف میں ہے اس میں نواب موصوف کو اس طرح یاد کیا ہے۔

چو پیوندِ قبائے جاں طرازم امین الدین احمد خاں طرازم

نواب علاؤالدین احمد خاں کو ایک خط میں جو جولائی ۱۸۶۴ء کا ہے لکھتے ہیں" تمہارے والد کے ایثار اور عطا کے جہاں مجھ پر اور احسان ہیں ایک یہ مروت کا احسان مرے پایانِ عمر اور سہی"

نواب علاؤالدین احمد خاں کے اصرار پر غالب نے ۱۲۸۲ھ میں نواب امین الدین احمد خاں کی خوشنودی کے لئے یہ غزل کہی تھی اوران کو بھیجی تھی جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی — تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی — ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

اسی غزل کے ساتھ مرزا غالب نے یہ بھی لکھا تھا کہ مطرب کو سکھائی جائے اور جنجوٹی کے اونچے سروں میں راہ رکھوائی جائے اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سنونگا۔ دہلی میں نواب امین الدین احمد خاں کے برادر نسبتی نواب صف شکن خاں بہادر لکھنؤ سے آکر مہمان ہوئے تو مرزا صاحب ان سے ملنے آئے اور یہ قطعہ سنایا۔ قطعہ

فزودہ آبروئے شہرِ دہلی — ز توقیع ورودِ صف شکن خاں
بہ نورِ بینش خود کردہ روشن — سوادے کز نظرہا بود پنہاں
ز ربطِ چو من ننگش نیاید — کہ من درویشم واو بود سلطاں
خدایا ایں ہمایوں مرتبت را — سلامت دار و خرم دار و شاداں [1]

دلّی میں غدر سے پہلے اور بعد نواب صاحب کی خاص صحبت ہوتی تھی دہلی کے شرفا اور خیر اندیش سرکاری آتے جاتے رہتے تھے ان میں سے اکثر صاحبان کے نام لکھے جاتے ہیں، حکیم محمود خاں۔ حکیم احسن اللہ خاں۔ حافظ داؤد صاحب۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب۔ ذوالفقار الدین حیدر المعروف حسین مرزا۔ نواب مرزا الٰہی بخش بہادر۔ مرزا محمد ہدایت افزا بہادر۔ سید امداد حیدر۔ نواب نبی بخش خاں۔ تراب علی۔ حسین علی خاں۔ بدرالدین علی خاں مرصع رقم وحید العصر۔ نواب سید حامد علی خاں۔ مفتی صدرالدین خاں آزردہ۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ۔ غلام حسن خاں۔ خواجہ منظفر جنگ۔ مہیش داس مان سنگھ۔ مصر گندلال۔ جواہر سنگھ۔ چمن لعل۔ منشی موہن لعل عرف آغا حسن جان۔

یہ سب شرفا شریک بزم رہتے تھے۔ حکیم صاحب کی حکیمانہ گفتگو۔ مفتی صاحب کی عالمانہ تقریر

---

[1] یہ قطعہ غیر مطبوعہ۔ نواب علاؤالدین احمد خاں بہادر کی بیاض میں درج ہے جو لوہارو کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

مرزا غالب کی شاعرانہ نکتہ سنجیاں آشفتہ کی نازک بیانیاں جانِ محفل تھیں۔ کلیات نظم فارسی پر مرزا غالب نے نواب علاؤالدین احمد خاں کو لکھا ہے" صاحب آگ برستی ہے کیونکر آگ میں گھر پڑوں مہینہ ڈیڑھ مہینہ اور چپکے رہو، دے و بہمن بہت دور ہیں آبان و آذر میں بشرطِ حیات قصد کروں گا۔ یہ چند ورق یوسف مرزا نے از روئے دہلی اردو اخبار کاتب سے لکھوا رکھے تھے اور میرے پاس پڑے تھے ثاقب[۵۱] کو دیئے تاکہ وہ کسی آدمی کے ہاتھ تم کو بھیجدے اور تم میری طرف سے میرے بھائی اور اپنے والد ماجد کو یہ سطریں جواب میں ہیں تمہارے اس خط کے جو آج اسی وقت کی ڈاک سے میں نے پایا ہے۔ نیمروز دوشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۸۶۱ء۔"

اس قلمی نسخہ کلیات فارسی کو محفوظ رکھنے کا شرف کتب خانہ ریاست لوہارو کو حاصل ہے

یہ خط بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اردوئے معلی یا عود ہندی میں نہیں ہے۔ اسی خط کے آخر میں یہ بھی درج ہے۔ میاں ثاقب صاحب کہاں پارسل بناتا پھروں کہاں ڈاک میں ڈلواتا پھروں۔ تم اس کتاب کو لوہارو بھیجدو اور جلد بھیجدو۔ غالب"۔ ثاقب نے یہ کتاب لچھو سنگھ شتر سوار کے ہاتھ یکم اکتوبر ۱۸۶۱ء کو بھیجی تھی۔ ایک اور خط مرزا غالب کا نواب علاؤالدین احمد خاں کی بیاض میں موجود ہے۔ یہ خط بھی نواب امین الدین احمد خاں کو بھیجا گیا تھا لکھتے ہیں "برادر پرور ا۔

از من غزلے گیر و بفرمائے کہ مطرب   در نی دہد از روئے نوازش دو سہ دم را

اس میں غزل بجواب غزلِ حزیں (شیخ علی حزیں)

ہلہ من جانِ جہانم تنہ نا ہا یا ہو[۵۲]

---

[۵۱] ثاقب نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر افشاں کے فرزند اکبر نواب شہاب الدین خاں المتخلص بہ ثاقب حضرت غالب کے محبوب شاگرد اور خوش کلام شاعر تھے۔ افسوس عین عالم شباب میں بعمر انتیس سال ۱۸۶۱ء میں غالب کی وفات سے تین مہینے بعد انتقال کیا۔

[۵۲] تنہ نا ہا یا ہو ایک قسم کا نغمہ ہے۔ مرزا غالب نے شیخ علی حزیں کے تتبع میں یہ غزل اسی نغمہ میں لکھی ہے۔ (برہان)

ہلہ من عاشقِ ذاتم تنہ نا ہا یا ہو — ناظرِ حُسنِ صفاتم تنہ نا ہا یا ہو

غالبم تشنۂ تلخاب نہ ہیچو حافظ — مائلِ شاخِ نباتم تنہ نا ہا یا ہو

"سبد چیں" میں مرزا کے کلام میں یہ غزل طبع ہو چکی ہے لیکن اوپر کے خط کا تذکرہ یا حوالہ کسی جگہ نہیں ہے۔ اسی طرح غالب کے ایک اور خط کی نقل درج کی جاتی ہے جو ۱۸۶۷ء میں لکھا گیا تھا "اے مری جان کس وقت میں مجھ سے غزل مانگی کہ مرے واسطے نکیرین کے جواب دینے کا زمانہ قریب آگیا۔ میرا حال اب جن کو دریافت کرنا ہو وہ اہلِ محلہ سے دریافت کریں۔ تمہاری خاطر عزیز ہے، فکر کی، بارے نفسِ ناطقہ نے میری پہلی طرح مددی دو شعر پہنچے ہیں لیکن نہ شاعرانہ نہ عارفانہ۔

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں — میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد — ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

غلام رسول مہر نے اپنی تصنیف "غالب" میں یہ غزل درج کی ہے مگر خط کا تذکرہ یا حوالہ انھوں نے بھی نہیں دیا۔ غالب کی یہ غزل بھوپال والے نئے نسخے میں نہیں ہے۔ غالب نے نواب موصوف کو۔ گو ہر نتواں گفت اختر نتواں گفت۔ والی غزل بھی ارسال کی تھی نواب صاحب نے یہ غزل منگائی تھی۔ کلام غالب میں یہ طبع ہو چکی ہے۔ نواب صاحب کی تفریح طبع کے لئے غالب اپنا دل کش کلام بھیجکر ان کو محظوظ کرتے رہتے تھے۔

نواب صاحب کی دوسری بیگم کے انتقال پر ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ء کو غالب نے ایک خط بھیجا تھا جس میں اظہارِ غم اور تلقینِ صبر و دعائے مغفرت درج کرنے کے بعد تحریر تھا "جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو، یہ سانحۂ عظیم ایسا ہے جس نے غمِ رحلت نواب مغفور کو تازہ کیا وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے۔"

عودِ ہندی میں مرزا غالب کے ایک خط سے جو خواجہ غلام غوث بیخبر کے نام ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ

نواب امین الدین احمد خاں کے اصرار پر خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی تھی اور نواب علاؤالدین احمد خاں کے ذریعے سے بھیجی تھی وہ غزل یہ تھی۔

ہم انا اللہ خواں ورختے را بگفتار آورد		ہم انا الحق گوے مردے را بسر دار آورد

(مقطع) نیست چوں درمنطقش جز ذکر شاہد حرف وصوت		شاہدے باید کہ غالبؔ[1] بگفتار آورد

دیوان امیر خسرو میں یہ غزل یوں ہے۔

ہر شبم جان پر ز آہ و نالۂ زار آورد		تا کد امین باد بوئے زاں جفا کار آورد

نواب صاحب موصوف خوش عقیدہ انسان تھے۔نیک نیتی، خدا ترسی اپنے مکرم والد سے ترکے میں پائی تھی، علم وادب کے دلدادہ تھے جری وشجاع تھے۔ سخت سے سخت محنت برداشت کرسکتے تھے۔ایک دفعہ لوہارو کا جیل خانہ ٹوٹا ایک قیدی نواب صاحب کے بالاخانہ پر چڑھا آپ بڑے آئینے کے سامنے مگدر ہلا رہے تھے، قیدی فصیل سے فرش پر اتر آیا۔ نواب موصوف آئینے میں اس کا آنا دیکھتے رہے۔جب وہ حملہ کرنے کے لئے قریب آگیا تو جوڑی مگدر رکھکر اور پلٹ کر ایک طمانچہ اس کی کنپٹی پر ایسا مارا کہ قیدی چاروں شانے چت گرا۔یہ آواز سن کر ملازمین آگئے۔منصف مزاجی ان کی مشہور تھی۔ باوجود دولت وحشمت کے نمائش کا خیال نہ تھا۔لباس وہر چیز میں سادگی پسند کرتے تھے۔ اپنے مفلس عزیزوں کی بہت خاطر کرتے تھے۔ہر بات میں خدا پر بھروسہ رکھتے تھے غذا بہت عمدہ کھاتے تھے مگر بہت قلیل۔حلیہ یہ تھا رنگ گندمی، آنکھیں سیاہ اور فراست کے نور سے روشن، خط وخال موزوں، تیور سنجیدہ اور بارعب بدن چھریرا، سینہ ابھرا ہوا سرو قامت لباس مغلی چارگوشیہ ٹوپی سیاہ مخمل کی کج کرکے سر پر رکھتے تھے۔قبا مخملی عہد شاہان مغلیہ کے نمونے کی زیب تن کرتے تھے اسی پر نیمہ آستین مخمل کا شانی کی ہوتی تھی۔

وفات | نواب موصوف نے ۳۰ ردسمبر ۱۸۶۹ء کو دہلی میں مطابق ۲۶ ررمضان المبارک ۱۲۸۶ھ میں جمعۃ الوداع

---

[1] دیوانِ غالب مطبوعہ میور پریس ۱۸۸۵ء دہلی میں یہ غزل درج نہیں ہے۔

کو انتقال کیا۔ مدفن ان کا کوٹھی مرزا بابر والی کے صندل خانے میں قطب صاحب میں ہے۔ تعویذ قبر پر کل من علیہا فان اور کلمہ گرد آیۃ الکرسی تحریر ہے۔ مرزا قربان علی بیگ سالک نے یہ تاریخ وفات کہی تھی۔

امین الدین احمد خاں بہادر ۱۱۱۲ | زدنیا رفت و شد فردوس مسکن
سروش از بہر تاریخ وفاتش ۱۷۴ | نوشتہ نام والائش بہ مدفن

اس مادۂ تاریخ میں یہ صفت رکھی ہے کہ نام اور مدفن ملانے سے سنہ رحلت نکل آتا ہے۔ ایک قطعہ تاریخ وفات نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر افشاں نے بھی کہا تھا جس کا ایک شعر مزار پر کندہ ہے۔

قطعہ تاریخ وفات نواب امین الدین احمد خاں بہادر

امیر عصر والا شاں امین الدین احمد خاں | چہ نیکو تر زماں بسپردہ جاں از نیکیٔ اعمال
بنصف لیل قدر از ماہ روزہ بست و ہفتم شب | صباحش آفریں جمعہ از آں ماہ مبارک فال
خوشا شب حبذا روز و زہے ماہ و زہے ساعت | کہ باشد بر بہشتی بودنش جملہ نشانہا دال
چہ خواندی ماہ و روز و وقت رحلت بشنو از نیر | کہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً آمد سال ۱۲

نواب علائی نے یہ تاریخ کہی تھی "مدفن نواب امین الدین احمد خاں بہادر" ۱۲۸۶ھ

اور یہ سر مدفن پر کندہ ہے "مرزا غالب نے نواب امین الدین احمد خاں کو (کلیات نثر غالب) ان خطابوں سے مخاطب کیا ہے۔

(۱) برادر صاحب مشفق فخر الدولہ نواب امین الدین احمد خاں بہادر

(۲) برادر والاقدر ستودہ سیر نواب . . . .

(۳) صاحب مشفق نواب . . .

(۴) صاحب والامناقب فخر الدولہ بہادر

نیز غالب و الیان جھرکہ فیروز پور کو ہم زبان میوات مسند نشین میوات اور فرمانروا میوات لکھا کرتے تھے۔